53

کامیابی کے لئے کامل اطاعت ضروری ہے

(فرمودہ ۲۹- اپریل ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے غالباً پچھلے جمعہ کے خطبہ میں اس امر کی نصیحت کی تھی کہ مؤمن کی نظر ہمیشہ وسیع ہونی چاہئے اور اسے صرف ایک ہی طرف نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ چاروں اطراف پر اس کی نگاہ پڑنی چاہئے کیونکہ بعض باتیں انسان اپنی غفلت سے نظرانداز کر دیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ معمولی ہیں لیکن وہ چھوٹی چھوٹی باتیں مل کر عظیم الشان نتائج پیدا کر دیتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی بعض باتوں کی حکمت سمجھنی بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے لیکن آخر اس کی حکمت اور فلسفہ جب انسان کو معلوم ہوتا ہے تو وہ اس امر پر حیران ہو جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جب نہایت معمولی دکھائی دینے والے امور میں اتنی مفید تعلیم دی ہے تو اور امور میں آپ کی تعلیم کس قدر کامل و مکمل ہو گی۔ میں نے آج یہاں آتے وقت اس رستے کو چھوڑ کر جس پر میں ہمیشہ آیا کرتا تھا ایک اور رستہ اختیار کیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دوست ہر امر کے نتائج پر نگاہ دوڑانے کے عادی نہیں۔ میں جس وقت یہاں آتا ہوں تو مجھے ایک نہایت ہی تنگ گلی میں سے جس میں سے انسان بمشکل گزر سکتا ہے اور جس کے دورویہ آدمیوں کی قطاریں کھڑی ہوتی ہیں گزرنا پڑتا ہے جو لوگ کھڑے ہوتے ہیں ان میں سے تو ہر شخص مصافحہ کرنے کے بعد بیٹھ جاتا اور اس زہریلی ہوا سے محفوظ ہو جاتا ہے جو لوگوں کے تنفس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ اس قسم کی ہوا اس شخص کے لئے کس قدر مُضر ہو گی جسے اس تمام گلی میں سے گزرنا ہو گا۔ اسی طرح جب میں آتا ہوں تو لوگ دھوپ میں ہی کھڑے ہو کر مصافحہ شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں

سے ہر شخص تو مصافحہ کرنے کے بعد سایہ میں چلا جاتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا کہ باقی لوگ بھی جو رستہ میں کھڑے ہیں اسے دیکھ کر وہ بھی مصافحہ کے لئے اٹھیں گے اور اس طرح مجھے تکلیف ہوگی۔ ایسے احباب کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہئے کہ وہی چیز جو ایک وقت میں مضر نہیں ہوتی اس کا تواتر اور تسلسل دوسرے وقت میں مضر ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں رسول کریم ﷺ انہیں نقصانات کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ جب میں آؤں تو لوگ کھڑے نہ ہوا کریں [1]۔ عرب گرم ملک تھا اور پھر صحابہ کی تعداد بھی بڑھ چکی تھی۔ وہاں بھی اسی قسم کے واقعات پیش آتے ہوں گے کہ لوگ کھڑے ہو جاتے اور ہوا کے رک جانے کی وجہ سے آپ کو تکلیف محسوس ہوتی ہوگی۔ پس ہر کام کے کرتے وقت اس امر کو سوچ لیا کرو کہ اس کا نتیجہ کیسا نکلے گا۔ اگر مصافحہ کرنا ہی ہو تو مصافحہ کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ ایسی حالت پیدا کریں جو صحت کے لئے مضر نہ ہو مثلاً یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کھل کر کھڑے ہو جائیں۔ تا ہوا کی آمد و رفت بخوبی رہے۔ لیکن انہیں اپنی حالت پر مجھے قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ وہ جب مصافحہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں تو صاف اور کھلی ہوا میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن مجھے بدستور اسی تنگ گلی میں سے گزرنا پڑتا ہے جس میں زہریلی ہوا ہوتی ہے۔ اور جو صحت انسانی کے لئے سخت مُضر ہوتی ہے۔

پس میں دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ان امور کو مد نظر رکھا کریں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو یہ ایک دن صحت کو سخت نقصان پہنچانے والی ہوں گی۔ پھر مؤمن کی عقل نہایت تیز ہوتی ہے۔ اور وہ چاروں طرف نگاہ دوڑانے کا عادی ہوتا ہے۔ اس لئے بھی لوگوں کو چاہئے کہ وہ احتیاط کیا کریں۔ مگر کئی ہیں جو کہہ دیتے ہیں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا اگر خیال نہ رکھا جائے تو کیا حرج ہے۔ حالانکہ یہ چھوٹی باتیں نہیں، بلکہ تہذیب و تمدن کی بنیادیں ہیں۔ بظاہر یہ کیا ہی معمولی سا حکم معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب تم مسجد میں آؤ تو پیاز اور لہسن کھا کر نہ آیا کرو [2]۔ کوئی کہے پیاز اور لہسن کھانے میں کیا حرج ہے۔ لیکن اگر ہر شخص یہی خیال کرے کہ میرے پیاز کھا لینے سے کیا اندھیر آ جائے گا۔ اور اس طرح ہر شخص کو اجازت ہو کہ وہ بودار چیزیں کھا کر مسجد میں آئے تو مسجد میں سخت تعفن پیدا ہو جائے گا۔ لوگوں کو عموماً یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں، دوسرے ایسا نہیں کریں گے۔ لطیفہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں کسی شخص نے اپنے مکان کے لئے اینٹیں بنوائیں۔ اس کے ہمسائیوں اور دوستوں میں سے ہر ایک نے خیال کیا کہ اگر میں اپنے چولہے کے لئے دو چار اینٹیں لے جاؤں تو قیامت نہ

آجائے گی بلکہ اسے تو پتہ بھی نہ لگے گا۔ اس خیال کے ماتحت ہر ایک آیا اور دو دو چار چار اینٹیں اٹھا کر لے گیا۔ صبح جب مالک مکان نے دیکھا تو میدان اینٹوں سے خالی پایا۔ ان میں سے ہر شخص نے خیال کیا کہ میں ہی اینٹیں لوں گا۔ میرے سوا کوئی اور نہیں لے گا۔ انسان کی بھی عجیب حالت ہے۔ جب وہ بد ظنی کرنے لگتا ہے تو ہر شخص پر کرنے لگ جاتا ہے۔ اور جب حسن ظنی پہ آتا ہے تو اس کے دائرہ کو بے حد وسیع کر دیتا ہے۔ اینٹیں اٹھانے والوں نے بھی حسن ظنی ہی کی۔ اور ہر ایک نے سمجھا کہ میرے سوا اور کون چوری کرے گا۔ لیکن جب ہر ایک شخص نے یہی خیال کیا اور اس حسن ظنی کے ماتحت سب نے اینٹیں اٹھالیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ ایک اینٹ بھی نہ رہی۔ اسی طرح مشہور ہے پٹھانوں میں ایک سید جا پہنچا۔ اس سے ایک شخص کی دشمنی تھی کیونکہ اس نے کسی وقت اس کی داڑھی نوچی تھی۔ جب سید پٹھانوں کی مجلس میں وعظ کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس شخص نے نہایت مؤدبانہ طور پر کھڑے ہو کر کہا۔ حضور! آپ بہت بڑے بزرگ ہیں اور آپ کی ہر چیز بابرکت ہے اگر مجھے اپنی داڑھی کا ایک بال عنایت ہو جائے تو بہت احسان ہو۔ یہ کہہ کر بغیر جواب کا انتظار کئے خود ہی آگے بڑھا اور سید صاحب کی داڑھی کا ایک بال اکھاڑ لیا۔ پٹھانوں کو ایسے تبرک کا خدا موقع دے وہ بھی ٹوٹ پڑے اور ایک ایک بال اکھاڑنے شروع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساری داڑھی نوچی گئی۔ بظاہر یہ نہایت معمولی بات دکھائی دیتی ہے کہ ایک بال اکھاڑنے سے کیا ہوتا ہے لیکن ایک ایک بال کے اکھاڑنے کے نتیجہ میں اس کی ساری داڑھی نوچی گئی۔ پس بعض معمولی باتوں کا اجتماعی لحاظ سے نہایت اہم نتیجہ نکلتا ہے۔ ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ وہ ان امور کا خیال رکھیں۔

آج ہی رستے میں مجھ سے ایک صاحب نے ایک سوال کیا۔ وہ بھی چونکہ اسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں اسے بیان کر دوں۔ وہ سوال یہ تھا کہ بعض مسائل جو احمدیت پیش کرتی ہے اگر ہم ان کو نہ مانیں تو اس سے کون سا حرج لازم آتا ہے اور انکے ماننے سے ہمیں مادی فائدہ کون سا پہنچ رہا ہے۔ یہ ایک عام سوال ہے جو آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی قیمت روپوں اور پیسوں میں لگانے کے عادی ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر ہم یہ مسئلہ نہ مانیں تو کیا اس سے قوم کی زراعت کو نقصان پہنچے گا' تجارت کو نقصان پہنچے گا' صنعت و حرفت کو نقصان پہنچے گا' تعلیم کو نقصان پہنچے گا آخر اس مسئلہ کے نہ ماننے سے کس چیز کو نقصان پہنچے گا۔ اگر کسی چیز کو نقصان نہیں پہنچے گا تو اس کے ماننے سے فائدہ کیا۔ لیکن

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز کی قیمت روپوں اور پیسوں میں نہیں لگائی جاتی- کیونکہ بعض چیزیں گو نہایت اہم ہوتی ہیں مگران کی قیمت مخفی ہوتی ہے- بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ایک قوم کی تباہی کا موجب ہو جاتی ہیں اور بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ایک قوم کی ترقی کا موجب بن جاتی ہیں- میں نے ایک کتاب میں پڑھا فنونِ جنگ کا ایک ماہر لکھتا ہے کہ نپولین اور انگریزوں کے درمیان جو بحری جنگ ہوئی اور جس میں انگریزوں کے مشہور امیرالبحر نیلسن کو فتح ہوئی اس میں انگریزوں کی کامیابی اور نپولین کی ناکامی کی کنجی انگریزی اور فرانسیسی زبان کے الفاظ تھے- فرانسیسی زبان میں حروف زائد کر دیئے جاتے ہیں- یعنی حروف لکھے ہوئے بہت ہوتے ہیں لیکن پڑھنے میں تھوڑے آتے ہیں اور انگریزی زبان میں اس قدر زائد نہیں ہوتے- پرانے زمانہ میں دستور تھا کہ شیشوں کے ذریعے عکس ڈال کر بتاتے کہ اب جہاز دائیں طرف لے جاؤ یا بائیں طرف- مثلاً اگر یہ حکم دینا ہوتا کہ دائیں طرف لے جاؤ تو وہ شیشے سے ایک عکس ڈالتے جس کے معنی دال کے ہوتے- پھر ایک عکس ڈالتے جو الف کا مفہوم رکھتا- پھر ایک عکس ڈالتے جو حمزہ پر دلالت کرتا- اسی طرح عکس کے ذریعے حروف بتا کر الفاظ پورے کرتے- انگریزوں اور فرانسیسیوں کی اس لڑائی میں فرانسیسی جو عکس ڈالتے چونکہ ان کے حروف اپنے ساتھ زوائد رکھتے تھے اس لئے جو حکم انگریز افسر آدھ منٹ میں پہنچا دیتا وہ فرانسیسی افسر پونے منٹ میں پہنچاتا- بظاہر یہ ایک نہایت ہی معمولی فرق تھا لیکن جنگ میں فتح یا شکست کا انحصار اس چند سیکنڈ کی کمی یا زیادتی کے ساتھ وابستہ تھا- چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزوں کو کامیابی ہو گئی اور فرانسیسی شکست کھا گئے-

ہم دیکھتے ہیں قرآن مجید میں بھی اس کی مثال موجود ہے اور احادیث میں بھی- قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ہمارے رسول کو رَاعِنَا [۳] نہ کہو اگر اس طرح کہو گے تو تمہارے ایمان ضائع ہو جائیں گے- اب رَاعِنَا کے بظاہر یہی معنے ہیں کہ ہمارا لحاظ کیجئے اور اس میں کوئی بری بات دکھائی نہیں دیتی- مگر چونکہ رَاعِنَا کہنے سے ایک خطرناک نتیجہ نکلنے کا احتمال ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ کہنے سے روک دیا- دراصل رَاعِ کا لفظ باب مُفَاعَلَۃ سے ہے- اور اس باب کی خاصیت ہے کہ اس میں جوابی طور پر ایک بات کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے- گو رَاعِنَا کا عام محاورہ میں یہی مفہوم ہے کہ ہمارا لحاظ کر لیکن باب مفاعلہ کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ہمارا لحاظ

ساتھ رعائت کر ہم تیرا لحاظ کریں گے اور یہ گستاخی والی روح ہے اس لئے اسلام نے ایسا کہنے سے روک دیا۔ اور فرمایا کہ اگر ایسا کہو گے تو تمہارے ایمان ضائع ہو جائیں گے۔ باقی رہے دشمن وہ تو جان بوجھ کر ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ تا مسلمان بھی ان الفاظ کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے محروم ہو جائیں۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے حدیث میں فرمایا ہے نمازوں میں اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے[۳]۔ بظاہر یہ نہایت چھوٹی سی بات دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ظاہر کا انسان کے باطن پر اثر پڑتا ہے۔ جب صفوں میں ایک مؤمن اپنے بھائیوں کے دوش بدوش اور پہلو بہ پہلو کھڑا ہو گا تو ہمیشہ اس کے دل میں یہ خیال آتا رہے گا کہ روحانی طور پر بھی اسے اپنے تعلقاتِ اخوت کو مضبوط رکھنا چاہئے اور اپنے بھائیوں سے لڑنا نہیں چاہئے۔ جو شخص پانچ وقت کی نمازوں میں اپنے بھائی سے ایک ذرہ آگے پیچھے نہیں ہو گا وہ اور معاملات میں اختلاف کب گوارا رکھ سکتا ہے۔

پس صفوں کی درستی کے نتیجہ میں اس کے قلب میں ایسی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ جو قومی اتحاد کے لئے بمنزلہ روح کے ہو گی۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں جو بظاہر معمولی دکھائی دیتی ہیں لیکن نتائج کے لحاظ سے نہایت اہم ہوتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے ایک دفعہ کسی شخص نے پوچھا کہ امام صاحب کبھی آپ کو بھی کوئی نصیحت کرنے والا ملا۔ آپ نے فرمایا کسی بڑے آدمی سے مجھے وہ فائدہ نہیں ہوا جو ایک بچے کی نصیحت سے ایک دفعہ ہوا۔ پھر انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ میں گھر سے نکلا۔ دیکھا کہ ایک لڑکا گلی میں دوڑتا چلا جا رہا ہے۔ چونکہ اس وقت بارش ہو رہی تھی اور جگہ پھسلنی تھی۔ میں نے کہا بچے! ذرا سنبھل کر چلو۔ ایسا نہ ہو تمہارے پاؤں پھسل جائیں۔ وہ لڑکا میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اور کہنے لگا امام صاحب آپ سنبھل کر چلیئے۔ میں اگر گرا تو اکیلا ہی گروں گا لیکن اگر آپ گرے تو ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اس لڑکے کی اس بات کا آج تک مجھ پر اثر چلا آتا ہے۔

غرض بہت سے باتیں بظاہر چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن ان کے نتائج نہایت اہم پیدا ہوتے ہیں۔

پس اول تو کسی مسئلہ کو اس لئے چھوٹا قرار دینا کہ روپوں اور اشرفیوں میں اس کی قیمت نظر نہیں آتی، غلط طریق ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ وہ مسئلہ جسے ہم اصولی یا فروعی کہیں اس کے متعلق ہمیں غور کرنا چاہئے کہ آیا وہ حکم خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ اگر وہ خدا کی طرف سے ہو تو چاہے ترتیب یا ترکیب میں وہ فروعی کہلائے، ایمان کے لحاظ سے فروعی نہیں کہلا سکتا۔ مثلاً ایک

باپ اپنے بچے کو حکم دے کہ یہاں بیٹھے رہو' میں آتا ہوں یا اور ایسا ہی کوئی چھوٹا سا حکم دے تو کیا بچہ کہہ سکتا ہے کہ یہ فروعی باتیں ہیں' انہیں اگر میں نہ مانوں تو کیا حرج ہے۔ اور کیا کوئی بھی بچہ جو اپنے باپ کے حکم کے متعلق ایسا کہے وہ باپ سے تربیت حاصل کرنے کے قابل سمجھا جاسکتا ہے۔ یا مثلاً ایک افسر کلرک کو حکم دے کہ فلاں خط نقل کر دو اور وہ آگے سے کہے کہ یہ تو معمولی خط ہے۔ اگر اسے نقل نہ کیا جائے تو اس سے کونسا حرج لازم آجائے گا۔ اور اگر کلرک اسی طرح جواب دینے لگ جائیں تو کیا کبھی دفاتر کا کام چل سکتا ہے۔ جب اطاعت کا سوال آتا ہے تو اس وقت کسی حکم کے بڑے یا چھوٹے ہونے پر نظر نہیں کی جاتی۔ بلکہ روحِ اطاعت کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اس میں شبہ نہیں۔ بعض خطوط معمولی ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک وقت نہ لکھے جائیں تو دفتر کو کوئی بھاری نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن اگر اس امر کی اجازت دے دی جائے کہ جسے کلرک معمولی سمجھے اس کی نقل نہ کرے تو تمام ڈسپلن اور انتظام درہم برہم ہو جائے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جنہیں اپنی ذات میں گو خاص اہمیت حاصل نہیں ہوتی مگران کا روح اطاعت کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لئے ان کا ماننا ضروری ہوتا ہے کیونکہ روح اطاعت ہی ہے جو ترقی دینے والی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکموں کے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ فروعی ہیں' اگر ان کو نہ مانا جائے تو کون سا حرج لازم آئے گا نہایت خطرناک بات ہے۔ پس ہمیشہ یہ بات مد نظر رکھنی چاہئے کہ آیا فلاں حکم خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ اگر ثابت ہو چکا ہو کہ وہ خدا کی طرف سے ہے تو چاہے وہ فروعی نظر آئے یا اصولی' عمل کے لحاظ سے وہ اصولی ہی ہو گا۔ اور اگر وہ خدا کی طرف سے نہیں تو چاہے وہ اصولی ہی کیوں نہ نظر آئے' لغو اور بیہودہ ہو گا۔ پس روحانی امور میں دیکھنے والی چیز یہ ہوتی ہے کہ آیا وہ تعلیم جس کے متعلق ہمیں تردد ہے' خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے یا نہیں۔ اگر وہ خدا کی طرف سے آئی ہے تو پھر اصولی اور فروعی کی بحث ہی لغو ہے۔ اور اگر اس طرح بحث کی جائے گی تو نظام قائم نہیں رہ سکے گا۔ جب معمولی معمولی باتوں میں بھی نافرمانی کرنے سے کام کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے تو تمام عالم کا نظام جو عظیم الشان ضبط کو چاہتا ہے' کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ پس ایک جواب تو یہ ہے جو میں نے دیا۔

دوسری بات یہ مد نظر رکھنی چاہئے کہ ہر چیز کے متعلق دنیا میں یہی نہیں دیکھا جاتا کہ اس سے مجھے یا زید یا بکر کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ بلکہ سچائی اپنی ذات میں بھی ایک حیثیت رکھتی ہے۔ اور سچائی کو

ماننا بذات خود ضروری ہوتا ہے۔ ایک اندھا شخص جس نے سورج کو نکلتے اور غروب ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔ جسے سورج کے نکلنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور غروب ہو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس کے لئے تو ہر وقت رات ہی رات ہے' وہ بھی اس امر پر مجبور ہے کہ سورج نکلنے کا اقرار کرے۔ کیا کوئی اندھا شخص کہہ سکتا ہے کہ مجھے اس اقرار کا کیا فائدہ۔ ہم کہیں گے گو اس کا فائدہ تو نہیں مگر سچائی کا ماننا بھی تو ضروری ہوتا ہے۔ اگر واقعہ یہ ہے کہ سورج نکل آیا تو سچائی کا تقاضا یہی ہے کہ تم اس کا اقرار کرو۔ اگر اور حرج کوئی نہیں تو کیا یہ حرج تھوڑا ہے کہ تم ایک سچائی کے منکر ہو جاؤ گے۔ اس وقت مغربی تہذیب نے جو ایشیائی تمدن پر حملہ کیا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان نیکی کو نیکی کے لئے اختیار نہیں کرتے۔ اور مغربی تہذیب کے دلدادہ کہتے ہیں مسلمان جنت کے لئے نمازیں پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ نیکی کو نیکی کی وجہ سے اختیار کرنا چاہئے۔ ایسے موقع پر ہم ان کے سامنے یہی امر پیش کر سکتے ہیں کہ اگر نیکی کو نیکی کے لئے اختیار کرنا چاہئے تو کیوں سچائی کو سچائی کے لئے اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ اگر بعض احکام صحیح ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ صحیح ہیں تو وجہ کیا ہے کہ ہم انہیں نہ مانیں۔ سچائی کی خاطر ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر حکم کو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ جب اس کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہو چکا' اسے تسلیم کریں۔ یہ اس سوال کا دوسرا جواب ہے۔ پہلا جواب تو یہ تھا کہ اگر ایک حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو چکا ہے تو پھر انکار کی گنجائش نہیں۔ پھر ایسے احکام چاہے فروعی ہوں' ماننے کے لحاظ سے اصولی ہوں گے۔ دوسرا جواب میں نے یہ دیا ہے کہ نیکی کو نیکی کی خاطر اختیار کرنا بھی ایک تسلیم شدہ اصل ہے۔ ہم اس امر پر تو بحث کر سکتے ہیں کہ یہ عقائد سچے ہیں یا نہیں لیکن سچے عقائد کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر ہم انہیں نہ مانیں تو کیا حرج ہے۔ یہی بڑا جرم ہے کہ ہم ایک سچائی کے منکر ہو جائیں گے۔ تیسری بات جو غور کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ ہر بات کی قدر و قیمت اس کے بیان کرنے والے کی حیثیت سے لگائی جاتی ہے۔ میں یہ تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا بھی ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ بلکہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے جو بھی حکم دیا' اس کا ماننا اپنے ساتھ ضرور فوائد رکھتا ہے۔ لیکن بفرض محال مان لو کہ ہمیں ایک چیز کا فائدہ معلوم نہیں۔ گو جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں تو اس امر کا مدعی ہوں کہ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر الٰہی تعلیم کے فوائد اور اس کے نہ ماننے کے نقصان بتا سکتے ہیں۔ لیکن بفرض محال تسلیم کر لو کہ ہمیں معلوم نہیں کہ فلاں حکم کا کیا فائدہ ہے تب بھی ہمیشہ ایسے معاملات میں عدم علم

کے مقابلہ میں علم کو فوقیت ہوتی ہے۔ ایک زمیندار نہیں جانتا کہ بنفشہ کی خاصیت کیا ہے۔ یا وہ نہیں جانتا کہ کونین کا کیا فائدہ ہوتا ہے لیکن جب ڈاکٹر یا طبیب مریض کو یہ دوائیں دیتا ہے تو مریض انہیں استعمال کرتا ہے اور کبھی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ مجھے چونکہ ان کے فوائد معلوم نہیں اس لئے اگر میں ان دواؤں کو نہ کھاؤں تو کیا حرج ہے۔ اسے بہرحال ڈاکٹروں کی بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ہر معاملہ میں ماہر فن کی بات کو ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اس امر کو جانے دو کہ زید یا بکر ان حکمتوں کو سمجھتا ہے یا نہیں جو کسی امر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اگر ثابت ہو جائے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہمیں اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ گو ہمیں کسی چیز کے فوائد کا علم نہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ ہمیں انہی باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن میں ہمارا فائدہ ہوتا ہے۔ پس اگر ہمیں ایک چیز کے فوائد کا علم نہیں یا ایک چیز کے متعلق ہم صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے تو بھی ہمیں یہ ضرور یقین ہوتا ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور خدا کے احکام ہمارے فائدہ کے لئے ہی ہوتے ہیں۔

جب ایک عقلمند انسان بھی کسی دوسرے کو ایسی بات نہیں کہہ سکتا جس میں اس کا فائدہ نہ ہو تو ہم یہ کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ متواتر اپنے مأمور اور مُرسل بھیجے اور ان کے ذریعہ تعلیم نازل کرے حالانکہ اس تعلیم کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ اصل چیز دیکھنے والی یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص جو سلسلہ کی بنیاد رکھتا ہے، خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ اگر دلائل عقلیہ اور تجربہ سے ثابت ہو جائے کہ اس سلسلہ کا بانی خدا کی طرف سے تھا اور اس نے جو بھی تعلیم دی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی تو اگر اس کے بعض احکام ہماری سمجھ میں نہ بھی آئیں تو بھی اس کے علم کو ہمارے علم پر تقدّم و تفوّق حاصل ہو گا۔ کیونکہ ہم یقین رکھیں گے کہ یہ عالم الغیب خدا کا حکم ہے اور ہمارا علم نہایت ہی محدود ہے۔ پس ان وجوہات سے ہم عدم علم پر علم کو ترجیح دیتے ہوئے اس تعلیم کی قدر کریں گے۔ اور اگر ہم اس طرح غور کریں گے تو وہی چیز جو ہمیں فروعی نظر آتی تھی اور جسے ہم ترک کر دینے کا ارادہ کر رہے تھے، اصولی نظر آئے گی اور اس پر عمل کرنا مدار نجات سمجھا جائے گا۔ پھر چوتھی بات یہ مدنظر رکھنی چاہئے کہ کئی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو باہم مل کر ایک نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ اپنی ذات میں اکیلی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ کہتے ہیں کوئی شخص تھا وہ اپنے آپ کو بہت بہادر سمجھتا تھا۔ ایک دن وہ ایک نائی کے پاس گیا اور کہنے لگا میرے جسم پر شیر کی تصویر گود دو۔ دراصل وہ بزدل تھا لیکن سمجھتا تھا کہ میں بہت دلیر ہوں۔ جس وقت نائی نے سوئی ماری اور اسے درد ہوا تو

کہنے لگا ارے میاں کیا گودنے لگے ہو۔ گودنے والے نے کہا شیر کی دُم بنانے لگا ہوں کہنے لگا اچھا تو اگر دُم کٹ جائے تو شیر رہتا ہے یا نہیں اس نے کہا رہتا کیوں نہیں۔ کہنے لگا اچھا دُم چھوڑ دو اور آگے چلو پھر جو اس نے سوئی ماری اور اسے درد ہوا تو کہنے لگا اب کیا گودنے لگے ہو۔ اس نے کہا دایاں کان۔ کہنے لگا اچھا اگر دایاں کان نہ ہو تو شیر رہتا ہے یا نہیں۔ اسے بتایا گیا رہتا کیوں نہیں۔ اس نے کہا اسے بھی چھوڑ دو اور آگے چلو۔ پھر وہ بایاں کان گودنے لگا۔ پھر اس نے روک دیا۔ اسی طرح وہ ایک ایک عضو پر منع کرتا چلا گیا یہاں تک کہ نائی نے اپنی سوئی رکھ دی اور کہنے لگا ایک دو چیزوں کے نہ ہونے سے تو شیر رہ سکتا ہے لیکن یہاں تو ساری کی ساری ہی چھوڑ دی گئیں۔ پس ایسی بھی کئی چیزیں ہوتی ہیں جو اکیلی نتیجہ پیدا نہیں کرتیں بلکہ مجموعی لحاظ سے اثر کرتی ہیں۔ وہی بینگن ہوتا ہے جسے ایک شخص کھاتا ہے مگر اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ لیکن دوسرے کو اسکے کھانے سے بواسیر ہو جاتی ہے۔ خود بینگن میں یہ اثر نہیں تھا کہ اسے جو کھائے اسے بواسیر ہو جائے لیکن چونکہ کھانے والے نے اسی دن کوئی اور بھی گرم چیز کھالی ہوگی یا ایک دن پہلے کوئی اور گرم چیز کھائی ہوگی یا متواتر دو تین ہفتہ سے کوئی نہ کوئی گرم چیز کھاتا آیا ہوگا اس لئے ایک دن ان سب نے مل کر اسے بواسیر کا عارضہ لاحق کر دیا۔ اسی طرح شلغم، کدو، گوشت اور مرچ وغیرہ زہریں نہیں لیکن ایک لمبے عرصہ تک ان میں سے بعض چیزیں بعض سے مل کر ایسا نتیجہ پیدا کرتی ہیں کہ کھانے والے بیمار ہو جاتے ہیں۔ انہی چیزوں کا کھانے والا ایک شخص تو پہلوان ہو جاتا ہے لیکن یہی گوشت، روٹی، دال، شلغم اور کدو کھانے والا دوسرا شخص مسلول و مدقوق ہو جاتا ہے۔ چیزیں یہی ہوں گی جن کے کھانے والے تندرست ہوں گے۔ لیکن انہیں کی تھوڑی بے احتیاطی ایک شخص کو مسلول و مدقوق بنا دیتی ہے اور انہی کا صحیح استعمال دوسرے کو پہلوان بنا دیتا ہے۔ پس ایسی بھی چیزیں ہوتی ہیں جنہیں الگ الگ نہیں دیکھا جاتا بلکہ مشترکہ طور پر ان کے نتیجہ پر نگاہ ڈالی جاتی ہے۔ اسی طرح مسائل دینیہ کا حال ہے۔ ان میں سے بھی معمولی نظر آنے والے احکام ایسے ہوتے ہیں کہ دوسری تعلیموں کے ساتھ مل کر نہایت شاندار نتائج پیدا کر دیتے ہیں اور انسان کو اس اطاعت کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اصل کامیابی تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہی ہے۔ جو شخص اس کی اطاعت میں محو رہتا ہے وہ آخر کامیاب ہو جاتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت کی سچی توفیق عطا فرمائے نہ صرف اطاعت کی توفیق بلکہ اپنے احکام کی حکمتیں سمجھنے کی اہلیت بھی عطا فرمائے تا اس کے فضل سے

ہمیں ایمان بالبصیرت حاصل ہو جائے۔

(الفضل ۵۔ مئی ۱۹۳۲ء)

۱

۲ مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی من اکل ثوما او بصلا او کراثا

۳ البقرۃ: ۱۰۵

۴ بخاری کتاب الأذان باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ و بعدھا